IslamHouse.com

اللہ کے دین پر ثابت قدمی کے وسائل

تالیف: شیخ محمد صالح المنجد۔ حفظہ اللہ۔

ترجمہ: عزیز الرحمن ضیاء اللہ سنابلیؔ

مراجعہ: شفیق الرحمن ضیاء اللہ مدنی

ناشر: دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد وتوعیۃ الجالیات، ربوہ، ریاض

مملکتِ سعودی عرب

وسائل الثبات على دين الله

(باللغة الأردية)

تأليف: فضيلة الشيخ/ محمد صالح المنجد-حفظه الله-

ترجمة: عزيز الرحمن ضياء الله السنابلي

مراجعة: شفيق الرحمن ضياء الله المدني

الناشر:

المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

هاتف: ٩٦٦١١٤٤٥٤٩٠٠+ فاكس: ٩٦٦١١٤٩٧٠١٢٦+ ص ب: ٢٩٤٦٥ الرياض: ١١٤٥٧

ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH

P.O.BOX 29465 RIYADH 11457 TEL: +966 11 4454900 FAX: +966 11 4970126

OFFICERABWAH

فہرست موضوعات

عرضِ مترجم:...5

مقدّمہ 7

ثابت قدمی کے وسائل 11

پہلا: قرآن کریم کی جانب توجہ وعنایت کرنا 12

دوسرا: اللہ تعالیٰ کی شریعت اور عمل صالح کا التزام 18

تیسرا: اتباع اور عمل کرنے کے لیے نبیوں کے قصوں میں غورو فکر اور اس کا دراسہ کرنا 21

چوتھا: دعا کرنا 26

پانچواں: اللہ کا ذکر کرنا 27

چھٹا: مسلمان کا صحیح اور سیدھے راستے پر چلنے کی حرص وتڑپ 29

ساتواں: تربیت 33

آٹھواں: طریق اور راستہ پر اعتماد 38

نواں: اللہ عزوجل کی دعوت کی مشق اور ٹریننگ 41

دسواں: ثابت شدہ عناصر کو اپنانا 43

گیارہواں:اللہ کی نصرت پر بھروسہ رکھنا اوریہ کہ مستقبل اسلام کا ہے....47

بارہواں:باطل کی حقیقت کی معرفت رکھنا اور اس سے دھوکہ نہ کھانا 49

تیرہواں:ثبات قدمی پر معاون اخلاق کے زیور سے آراستہ ہونا(جمع کنا) ..50

چودھواں:نیک اور صالح آدمی کی وصیت...............................53

پندرہواں:جنت کی نعمت اور جہنم کے عذاب کے بارے میں غورو فکر کرنا اور موت کویاد کرنا...62

استقامت اور ثابت قدمی کی جگہیں 65

پہلا:فتنوں کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا 65

دوسرا:جہاد میں استقامت اور ثابت قدمی.........................72

تیسرا: منہج پر استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا 73

چوتھا:موت کے وقت ثبات قدمی 74

نبذة مختصرة عن الكتاب:

وسائل الثبات على دين الله: فإن الثبات على دين الله مطلب أساسي لكل مسلم صادق يريد سلوك الصراط المستقيم بعزيمة ورشد.

ولا شك عند كل ذي لُبٍّ أن حاجة المسلم اليوم لوسائل الثبات أعظم من حاجة أخيه أيام السلف، والجهد المطلوب لتحقيقه أكبر؛ لفساد الزمان، ونُدرة الأخوان، وضعف المُعين، وقلَّة الناصر.

ومن رحمة الله - عز وجل - بنا أن بيَّن لنا في كتابه وعلى لسان نبيِّه وفي سيرته - عليه الصلاة والسلام - وسائل كثيرة للثبات.

وفي هذه الرسالة المترجمة إلى الأردية بعضٌ من هذه الوسائل.

عرضِ مُترجم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اَمابعد:

زیر مطالعہ رسالہ عالم اسلام کی مشہور علمی شخصیت محمد صالح المنجد۔حفظہ اللہ۔ کی ہے جس میں دین اسلام پر ثابت قدمی کے وسائل وذرائع کو کتاب و سنت کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا گیاہے تاکہ خواہشات وشبہات کے فتنے میں مبتلا حضرات ان وسائل کو اپناکر دین اسلام پر ثابت قدم رہ سکیں۔

اسلام ہاؤس ڈاٹ کام کے شعبۂ ترجمہ وتالیف نے افادۂ عام کی خاطر اسے اردو قالب میں ڈھالاہے، حتیٰ الامکان ترجمہ کو درست ومعیاری بنانے کی کوشش کی گئی ہے،اور مؤلّف کے مقصود کا خاص خیال رکھا گیاہے،اور آسان عام فہم زبان اور

شُستہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے تاکہ عام قارئین کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو، مگر کمال صرف اللہ عزوجل کی ذات کا خاصہ ہے، لہذا کسی مقام پر اگر کوئی سَقم نظر آئے تو ازراہِ کرم خاکسار کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

ربّ کریم سے دعا ہے کہ اس کتاب کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے،اس کے نفع کو عام کرے، والدین اور جملہ اساتذۂ کرام کے لئے مغفرت وسامانِ آخرت بنائے، اور کتاب کے مولّف، مترجم، مراجع، ناشر اور تمام معاونین کی خدمات کو قبول کر کے ان سب کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم۔

(طالبِ دُعا:azeez90@gmail.com)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ

ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اوراسی سے بخشش چاہتے ہیں۔

اور ہم اپنے نفسوں کی شر انگیزیوں اوراپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اوروہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

اور میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں وہ تنہاہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتاہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

یقیناًرشد وعزیمت کے ساتھ صراط مستقیم پر چلنے والے ہر سچے مسلمان کے لیے دین الٰہی پر ثابت قدم رہنا ایک بنیادی مقصد ہے۔

اور موضوع کی اہمیت درج ذیل امور میں پنہاں ہے:

موجودہ معاشرے کی صورت حال جس میں مسلمان سانس لے رہے ہیں، اور نوع بنوع فتنے اوراشتعال انگیزیاں جس کی آگ میں وہ جھلس رہے ہیں، اور مختلف شہوات وشبہات جن کی بنا پر دین اسلام اجنبی بن گیا ہے۔

چنانچہ دین اسلام کو مضبوطی سے پکڑنے والوں کی یہ عجیب وغریب مثال بن گئی ہے کہ "دین پر ثابت قدم رہنے والے کی مثال آگ کے انگارے کو پکڑنے والے کی طرح ہے"۔

بلاشبہ ہر عقلمند شخص یہ جانتا ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کو (دین اسلام) پر ثابت قدمی کے وسائل کی حاجت وضرورت

اپنے سلف بھائیوں کے زمانہ سے کہیں زیادہ ہے۔ اوراس کے حصولیابی کے لیے کافی محنت درکار ہے، کیونکہ زمانہ فساد کا شکار ہے، (مسلم) بھائیوں کی ندرت و کمی ہے، مدد گار وناصرین کی قلت وکمزوری ہے۔

ارتداد اورالٹے ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پلٹنے اور سرنگونی کے واقعات کی کثرت ہے یہاں تک کہ بعض اسلام پر عمل کرنے والوں کے یہاں بھی یہ چیز موجود ہے جس کی وجہ سے مسلمان اس طرح کے انجام کار سے خوف واندیشہ کے عالم میں ہیں اورپر امن ماحول کی حصولیابی کے لیے ثابت قدمی کے وسائل کو تلاش کرنے لگے ہیں۔

موضوع کا تعلق دل سے ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایاہے:

”ابن آدم کا دل ہانڈی کے جوش مارنے سے بھی زیادہ حرکت کرنے والا ہوتا ہے۔“

اس حدیث کی روایت امام احمد نے 4/6، اور امام حاکم نے 289/2 میں کی ہے،اور یہ السلسلۃالصحیحۃ میں(1772) نمبر پر مذکور ہے۔

اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے دل کی دوسری مثال بیان کی ہے، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے

دل کا نام قلب اس کے دھڑکنے اور اُلٹ پھیر کرنے کی کیوجہ سے رکھا گیا ہے، دل کی مثال اس پر کے مانند ہے جو کسی درخت کے جڑ سے چمٹا ہوا ہو، اور تیز و تند ہوا اسے الٹتی پلٹتی رہتی ہو۔

اس حدیث کی روایت امام احمد نے 4/ 408 میں کیا ہے۔، اور صحیح الجامع میں(2361) نمبر پر مذکور ہے۔

اور حدیث سے پہلے اسی ضمن میں شاعر کا یہ قول ہے:

انسان کا نام انسان اس کے بھولنے کی وجہ سے ہوا

اور قلب کا نام قلب اس کے الٹ پھیر کی وجہ سے پڑا

لہذا خواہشات وشبہات کی ہوا سے اس پلٹنے والے (دل) کو جمانا ایک خطرناک امر ہے جس کے لیے ٹھوس وسائل کی ضرورت ہے جو عظیم مشن اوراس کی صعوبت کا مقابلہ کر سکے۔

ثابت قدمی کے وسائل

اللہ عزوجل کا بے پناہ رحم وکرم ہے کہ اس نے ہمارے لیے اپنی کتاب قرآن مجید میں، اور اپنے نبی ﷺ کی زبانی اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ثابت قدمی کے بہت زیادہ وسائل بیان کیے ہیں۔پیارے قاری ان میں سے بعض کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں:

پہلا: قرآن کریم کی جانب توجہ وعنایت کرنا:

قرآن کریم ثابت قدمی اور استقامت کا سب سے پہلا ذریعہ ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی، واضح نور ہے، جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کرلیا، اور جس نے اس کی اتباع اور پیروی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو نجات دے دیا، اور جس نے اس کی طرف دعوت دی تو اس کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ قرآن کریم کو تھوڑا تھوڑا، اور تفصیل سے نازل کرنے کا مقصد تثبیت یعنی دل میں بٹھانا ہے۔

چنانچہ کافروں کے شبہات کے رد میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"اور کافروں نے کہا کہ اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا اسی طرح ہم نے (تھوڑا تھوڑا کرکے) اتارا تا کہ

اس سے ہم آپ کا دل قوی رکھیں، ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے۔ یہ آپ کے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ آپ کو بتادیں گے۔"[الفرقان:32-33]

قرآن کریم ثبات واستقامت کا مصدر کیسے ہے؟

۔ کیونکہ یہ ایمان کی آبیاری اور زراعت کرتا ہے، اور نفس کا تزکیہ کرکے رب سے تعلق اور رشتہ کو استوار کرتا ہے۔

کیونکہ قرآن کریم کی آیتیں مومن کے دل کے لیے سلامتی اور ٹھنڈک کا ذریعہ ہوتی ہیں، چنانچہ فتنہ وفساد کی آندھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی ہے، اور مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوتا ہے۔

۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کو ایسی صحیح اقدار و تصوّرات پیش کرتی ہے جس کے ذریعہ اس کے آس پاس کے حالات کی اصلاح ہوتی ہے

اور اسی طرح وہ موازین جو معاملات کا فیصلہ کرنے میں آسانی پیدا کرتے ہیں، اس کی حکمت اور مصلحت میں کوئی تعارض نہیں ہے ، اور نہ ہی ان کے اقوال میں کوئی نقص اور کمی پائی جاتی ہے۔ اور حوادثات و شخصیات کے اختلاف کے سبب اس کے اقوال میں کوئی تناقض نہیں پایا جاتا

۔ کیونکہ وہ ان تمام شبہات کی تردید کرتا ہے جن کو اسلام کے دشمن کفارو منافقین بھڑکاتے ہیں، جیسے: وہ زندہ مثالیں جو پہلی صدی میں رونما ہوئی تھیں، اور اس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

اللہ عزوجل کے قول:

”نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے ۔“[الضحیٰ:3] کا اثر رسول ﷺ کے نفس پر کیا ہوا، جب مشرکینِ مکہ نے آپ کے متعلق کہا(ودع محمد)”کہ محمد کو اس کے (رب نے) چھوڑ دیا ہے“۔

(دیکھئے: صحیح مسلم مع شرح نووی 12/156)۔

اور اللہ تعالیٰ کے قول:

” اس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کر رہے ہیں عجمی ہے اور یہ (قرآن) تو صاف عربی زبان میں ہے۔“[النحل: 103]

کا اثر آپ ﷺ کی ذات پر کیا ہوا جب کفارِ قریش نے یہ دعویٰ کیا کہ ۔ نعوذ باللہ۔ محمد ﷺ کو ایک انسان تعلیم دیتا ہے، اور آپ ﷺ مکہ کے نجار رومی نامی شخص سے قرآن سیکھتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے قول:"آگاہ رہو وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں"۔[توبہ :49]کا اثر مومنوں کے دلوں پر کیا ہوا جب منافق نے کہا:

"مجھے اجازت دیجئے مجھے فتنے میں نہ ڈالیئے"؟

تو کیا یہ ثابت قدمی پر ثبات ومضبوطی دلانا،اور مومنوں کے دلوں کو جوڑنا،شبہات کی تردید کرنا اور اہل باطل کو خاموش کرنا نہیں ہے؟

کیوں نہیں،اور میرے رب کی قسم!

اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے صلح حدیبیہ سے واپس لوٹتے وقت بہت سارے مالِ غنیمت کا وعدہ کیا تھا،اور یہ خیبر کا مال غنیمت ہے،اور اس کو عنقریب ان کے لیے جلد پیش کر دیا جائے گا،اور وہ اس کی جانب تنہا جائیں گے

اور منافقین ان کی مرافقت کا مطالبہ کریں گے مگر مسلمان ان سے کہیں گے کہ تم لوگ ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاسکتے ہو، پر وہ لوگ (منافقین) اصرار کریں گے اور اللہ کے کلام کو بدلنے کی کوشش کریں گے، اور مسلمانوں سے کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے اس قول سے جواب دیا ہے: "(اصل بات یہ ہے) کہ وہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں"۔

پھر یہ ساری چیزیں مومنوں کے سامنے مرحلہ بہ مرحلہ، قدم بہ قدم اور حرف بہ حرف پیش آئیں۔

یہیں سے ہم ان لوگوں کے مابین فرق کرسکتے ہیں جو اپنی زندگی کو قرآن کریم کے ساتھ مربوط رکھتے ہیں، اس کی تلاوت، حفظ، تفسیر اور غور وفکر پر دھیان دیتے ہیں، اوراس کے مطابق چلتے ہیں، اور تمام امور میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور وہ

لوگ جن کی تمام تر توجہات کا مرکز و محور لوگوں کی باتیں ہوا کرتی ہیں، اور وہ لوگ اسی میں مشغول رہتے ہیں۔

اے کاش! وہ لوگ جو علم کے طلبگار ہیں وہ قرآنِ کریم اوراس کی تفسیر کو اپنی طلب اور جستجو کا وافر حصہ بناتے!

دوسرا: اللہ تعالیٰ کی شریعت اور عمل صالح کا التزام:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔" [ابراھیم 27:]

قتادہؒ کہتے ہیں:

”جہاں تک رہی بات دنیاوی زندگی کی تو انہیں بھلائی اور عمل صالح سے ثابت قدمی دیتا ہے، اور آخرت میں قبر میں ثابت قدم رکھے گا۔“

اور اسی طرح سلف میں سے کئی لوگوں سے منقول ہے۔(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر 3 / 421)

اور اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

”اوراگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی ان کے لئے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہے۔“

[النساء:66] یعنی حق پر۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے، ورنہ کیا ہم ان کاہل اور سست لوگوں سے استقامت اور ثابت قدمی کا توقع کریں جو اعمال صالحہ سے دور بیٹھے ہوں، ایسے وقت میں جب کہ فتنے اپنے سر پھیلائے ہوں، اور حادثات نے انہیں گھیر رکھا ہو؟!

لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے، اور نیک اعمال انجام دیئے، ان کا رب ان کوان کے ایمان کے سبب صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اسی لیے نبی ﷺ نیک اور صالح اعمال پر مداومت برتتے تھے ، اورآپ ﷺ کے نزدیک سب سے بہتر عمل وہ تھا جس پر مداومت برتا جائے، اگرچہ تھوڑاہی کیوں نہ ہو۔

اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام جب کوئی عمل کرتے تھے تو اس کو مضبوطی اور استقامت کے ساتھ کرتے تھے، اور عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی عمل انجام دیتی تھیں تو اس کو لازم پکڑتی تھیں۔

اورآپ ﷺ فرماتے تھے:

"جس نے بارہ رکعت پر مداومت اختیار کیا، تو اس کے لیے جنت واجب ہو گیا۔"

(سنن ترمذی ۲/ ۲۷۳، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن یا صحیح ہے، اور یہ حدیث صحیح نسائی میں ۱/۳۸۸، اور صحیح ترمذی ۱/۱۳۱ میں ہے) یعنی سنن رواتب۔

اور حدیث قدسی میں ہے:

"بندہ برابر نوافل کے ذریعہ میرا تقرّب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔"

اس حدیث کی روایت امام بخاری نے کی ہے، دیکھیے: (فتح الباری 11/ 340)

تیسرا: اتباع اور عمل کرنے کے لیے نبیوں کے قصوں میں غور وفکر اور اس کا دراسہ کرنا

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

" رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لئے بیان فرمارہے ہیں۔ آپ کے پاس اس سورت

میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت ووعظ ہے مومنوں کے لئے ۔"[ھود:120]

اللہ کے رسول ﷺ کے عہد میں جو آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ تفریح اور دل بہلانے کے لیے نہیں تھیں، بلکہ وہ بہت ہی عظیم مقصد اور ارادہ کے لیے تھیں اور وہ رسول ﷺ کے دل اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے دلوں کی تسکین وتثبیت کے لیے تھیں۔

اے میرے بھائی! اگر آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر غور کرتے :" کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔ ہم نے فرما دیا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا!۔ گو انہوں نے ابراہیم (علیہ السلام) کا برا چاہا، لیکن ہم نے انہیں ناکام بنا دیا۔"[الأنبیاء:68-70]

ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

’’ابراہیم علیہ السلام کا آخری قول جب ان کو آگ میں ڈالا گیا: (حَسْبِي اللَّـهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ) ’’میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔‘‘[الفتح 8/22]

کیا تم استقامت اور ثابت قدمی کے معانی میں سے بعض معنیٰ کو ظلم و سرکشی اور عذاب کے سامنے محسوس نہیں کرتے جو آپ کے دل میں داخل ہو رہا ہو، اور آپ اس قصہ کے بارے میں غور و فکر کرنے والے ہو؟

اگر آپ اللہ عزوجل کے فرمان کو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں غور کرتے: ’’پس جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا، تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا، ہم تو یقیناً پکڑ لیے گئے۔ موسیٰ نے کہا، ہرگز نہیں، یقین مانو میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا۔‘‘ [الشعراء:61-62]

کیا آپ استقامت اور ثابت قدمی کا کوئی دوسرا معنیٰ طالبین سے ملاقات کے وقت محسوس نہیں کرتے ، اور شدت کی گھڑیوں میں مایوسوں کی چیخ و پکار کے درمیان ثابت قدم ہو کر، اور آپ اس قصہ کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہو؟

اگر آپ فرعون کے جادوگروں کے واقعہ کا جائزہ لیں، وہ عجیب وغریب مثال اس جماعت کی جنہوں نے حق ظاہر ہو جانے کے بعد اس پر ثابت قدمی اختیار کی۔

کیا آپ استقامت اور ثابت قدمی کے اس عظیم مفہوم کو نہیں دیکھتے جو ظالموں کی دھمکیوں کے سامنے دلوں میں بیٹھ جاتے ہیں، اور ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

"فرعون کہنے لگا کہ کیا میری اجازت سے پہلے ہی تم اس پر ایمان لے آئے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے،(سن لو) میں تمہارے پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر

تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا، اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی مار زیادہ سخت اور دیر پا ہے۔"[طہ:71]

ان معمولی ثابت قدم مومنوں کی مثال جن کو ادنیٰ درجہ کی چیز بھی ان کے پائے استقلال کو کمزور نہیں کر سکتی ہے، ان کا کہنا ہے۔

"انہوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آچکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اب تو تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر، تو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے وہ اسی دنیوی زندگی میں ہی ہے۔"[طہ:72]

۔اور اسی طرح سورہ یسین میں مومن کے واقعہ، اورآل فرعون واصحاب خندق کے مومن وغیرہ کے قصے میں ثبات قدمی کے عظیم دروس ہیں۔

چوتھا: دعا

اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کی یہ صفت ہے کہ وہ اللہ کی جانب متوجہ ہو کر ثابت قدمی کی دعا مانگتے ہیں۔

" اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے"۔

" اے پروردگار ہمیں صبر دے، ثابت قدمی دے۔"

اور اس لیے کہ: بنی آدم کے دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے وہ سب ایک ہی دل ہوں اور وہ جیسے چاہتا ہے ان کو پلٹتا ہے۔"

اس حدیث کی روایت امام مسلم اور امام احمد نے ابن عمر سے مرفوعا کی ہے۔(دیکھئے: صحیح مسلم مع شرح نووی16 / 204)۔

رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے حامل تھے۔

”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔“

اس حدیث کی روایت امام ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا کی ہے، تحفۃ الأحوذی6/ 349،و صحیح الجامع7864)

پانچواں: اللہ کا ذکر

اور یہ استقامت اور ثابت قدمی کے سب سے عظیم اسباب و وسائل میں سے ایک ہے۔

ان دونوں امور کے درمیان اس اقتران وملاوٹ پر غورو فکر کیجئے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

” اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔“[سورہ انفال:45]

چنانچہ اس(ذکر) کو جہاد میں استقامت اور ثابت قدمی کے معاونت میں سب سے عظیم سبب اور ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔"

" اور اسی طرح فارس اور روم کی بہادری پر غورو فکر کیجئے، کہ کس طرح ان کو اس چیز نے دھوکہ دیا جس کی ان کو سب سے زیادہ ضرورت تھی"۔

بریکٹ کے درمیان والی عبارت علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب" الداءوالدواء سے ماخوذ ہے۔

تعداد کی قلت اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر و اذکار کرنے والوں کی تعداد کے باوجود۔

یوسف علیہ السلام نے جاہ و منصب ، جمال و خوبصورت والی عورت کے فتنہ کے سامنے ثابت قدم رہنے میں کس سے مدد حاصل کی جب اس عورت نے ان کو اپنے ساتھ (بدکاری کرنے کے لئے)دعوت دی۔

توکیا"معاذاللہ" اللہ کی پناہ کے مضبوط قلعہ میں داخل نہیں ہوئے، جس سے شہوات اور نفسانی خواہشات کے لشکروں کے امواج (استقامت اور ثابت قدمی) کے مضبوط اور قلعہ نما چہار دیواروں کے سامنے ریزہ ریزہ ہو گیے؟"

اوراسی طرح مومنوں کو ثابت قدمی دلانے میں ذکر و اذکار کی تاثیر ہوتی ہے

چھٹا: مسلمان کا صحیح اور سیدھے راستے پر چلنے کی حرص وتڑپ

وہ تنہا صحیح راستہ جس کی اقتدا اور پیروی کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے، وہ اہل سنت والجماعت کا طریقہ ہے،جو فرقۂ ناجیہ اور طائفۂ منصورہ کا راستہ ہے، صاف و شفاف عقیدہ اور صحیح و سالم منہج کے حاملین، دلیل و سنت کے متبعین، اللہ کے دشمنوں سے علیحدگی اوراہل باطل سے دوری اختیار کرنے والوں کی جماعت کا عقیدہ ہے۔

اور جب آپ اس(صحیح طریقہ) کی قیمت کا ثبات قدمی میں اندازہ لگانا چاہیں تو آپ غور و فکر کریں اور اپنے نفس سے سوال کریں کہ :کیسے سابقین اور لاحقین میں بہت سارے لوگ ضلالت وگمراہی کے شکار ہوئے،اور حیرت و تعجب میں مبتلا ہوئے اور ان کے قدم صراط مستقیم پر ثابت نہ رہے اور نہ ہی اس پر ان کا انتقال ہوا؟یا ان کی اکثر عمریں ختم ہونے اور زندگی کے قیمتی اوقات ضائع وبرباد ہونے کے بعد وہاں تک رسائی ہوئی۔

چنانچہ آپ ان میں سے کچھ لوگوں کو فلسفہ، علمِ کلام،اعتزال، تحریف و تاویل، تفویض اور ارجاء جیسی بدعات وضلالت کے درمیان چکر لگاتے اور اسی طرح تصوف کے مختلف طریقوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے نظر آئیں گے

اسی طرح بدعتی لوگ حیرت واضطراب کی کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ کس طرح سے اہل کلام موت کے وقت ثابت قدمی اور استقامت سے محروم کر دیئے گئے، چنانچہ سلف کا کہنا ہے:

''موت کے وقت اہل کلام سب سے زیادہ شک وشبہ میں مبتلا ہوتے ہیں''۔

لیکن ذرا سوچیں اور غور فرمائیں! کیا اہل سنت والجماعت میں سے کوئی شخص دینِ اسلام کی صحیح سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے بعد ناراض اور غصہ ہو کر اپنے سیدھے طریقہ اور ہدایت سے الٹے پاؤں پلٹا ہے؟

ممکن ہے (وقتی طور پر) خواہشات اور شہوات کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا ہو، یا کسی شکوک وشبہات کیوجہ سے جو اس کے ضعیف اور کمزور عقل کو لاحق ہو، لیکن کوئی شخص اسے (بالکل) نہیں

چھوڑتا، کیونکہ اس نے اس سے بھی زیادہ صحیح دیکھا ہوا ہے، یا اس کے لئے اس کا بطلان واضح اور ظاہر ہو گیا۔

اور اس چیز کا مصداق ہرقل کا ابو سفیان سے محمد ﷺ کے پیروکاروں کے متعلق پوچھ گچھ اور دریافت کرنا ہے۔

ہرقل نے ابوسفیان سے کہا:

کیا کوئی شخص اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے ناراض اور غصہ ہو کر اس سے مرتد ہو گیا ہے؟

تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ: نہیں

پھر ہرقل نے کہا: ایمان کا معاملہ اسی طرح ہے کہ جب وہ دل کی گہرائیوں میں بس جاتی ہے (تو پھر اس سے نہیں نکلتی)(بخاری، فتح الباری ۱/ ۳۲)

ہم نے بڑے لوگوں کے بارے میں بہت ساری باتیں سنیں ہیں کہ وہ لوگ بدعت و ضلالت کی عمیق گہرائیوں میں بھٹک رہے

ہیں، جبکہ ان میں سے کچھ دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا، چنانچہ انہوں نے باطل اور گمراہ چیزوں کو چھوڑدیا، اور سابقہ مذہب کا انکار اور اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اہل سنت والجماعت میں شامل ہو گیے، لیکن کیا آپ نے اس کے برعکس کبھی کچھ سنا ہے ؟!

لہذا اگر آپ ثابت قدمی چاہتے ہیں تو آپ کو مومنوں کے راستے پر چلنا ہو گا

ساتواں: تربیت

ایمانی، علمی، تدریجی اور آگہی پیدا کرنے والی تربیت استقامت اور ثابت قدمی کے بنیادی عوامل و اسباب میں سے سب سے اہم عامل ہے۔

ایمانی تربیت: خوف ورجاء اور محبت کے ذریعہ دلوں کو تازہ کرتی ہے، اور وہ اس خشک مزاجی اور مروت کی ضد ہوتی ہے جو

قرآن و سنت کے نصوص کو ترک کرنے کے نتیجہ، اور لوگوں کی من گھڑت باتوں پر جم جانے اوراسے لازم پکڑنے کیوجہ سے وجود میں آتا ہے

علمی تربیت: جو صحیح دلیل پر قائم اور بری تقلید وامعہ کے خلاف ہو۔ (امّعہ) ہاں میں ہاں ملانے کو کہتے ہیں، اسی طرح تقلید کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

آگہی پیدا کرنے والی تربیت: مجرموں کے راستوں کو نہیں پہنچانتی ہے، اوراعداء اسلام کے منصوبوں کا دراسہ (مطالعہ) کرتی ہے، واقع حال کی جانکاری اورحادثات کی فہم و سمجھ اوراندازہ رکھتی ہے، محدود چھوٹی سوسائٹی میں گھر نے اوربندش کے منافی ہوتی ہے

تدریجی تربیت: یہ ایسی تربیت ہے جو مسلمانوں کو لے کر دھیرے دھیرے تربیت کرتی ہے، اور مناسب منصوبوں کے

ساتھ اس کے کمالِ مدارج تک پہنچاتی ہے، جوار تجالی (بدیہی)، جلد بازی اور چھلانگ بازی کی ضد ہوتی ہے

ثابت قدمی کے عناصر میں اس عنصر کی اہمیت کا ادراک کرنے کے لیے ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت طیبہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور پھر اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے

مکہ میں ظلم و زیادتی کی مدت میں نبی ﷺ کے صحابہ کی استقامت اور ثابت قدمی کا سرچشمہ کیا تھا؟

حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت مصعب اور حضرت آل یاسر وغیرہ کمزور لوگ اور کچھ کبار صحابہ شعب ابی طالب وغیرہ کے محاصرہ اور قید وبند کی حالت میں استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ کیسے جمے ڈٹے رہے؟

کیا ان کا ثابت قدم رہنا مشکاۃ نبوت کی گہری تربیت کے بغیر ممکن تھا، جس نے ان کی شخصیت کو نکھار دیا؟

ہم صحابی رسول حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو بطور مثال بیان کرتے ہیں، جن کا مالک لوہے کی سیخوں کو خوب گرم کرتا تھا، جب وہ خوب گرم ہو کر کھولنے لگتا تھا، تو پھر اس پر ان کو ننگے پیٹھ لٹا دیتا تھا، اور وہ گرم اور کھولتی ہوئی سیخ اس وقت تک سرد نہیں ہوتی تھی جب تک کہ ان کے پیٹھ کو برابر نہیں کر دیتی تھی، اور ان کے پیٹھ سے چربی بہنے لگتی تھی، تو آخر وہ کون سی طاقت اور قوت تھی جس نے ان کو اتنا سخت سزا برداشت کرنے پر آمادہ کیا؟

اور اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتے ہوئے صحراء میں چٹان کے نیچے لٹا دیا جاتا تھا، اور سمیہ رضی اللہ عنہا کو زنجیروں

اور بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا تھا،(مگر ان کے پائے استقامت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی تھی)

اسی طرح ایک دوسرا پہلو عہد مدنی کا ہے جہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون تھا جو جنگ حنین میں اکثر مسلمانوں کی شکست کے وقت نبی ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رکھا؟

کیا وہ نئے مسلمان اور فتح مکہ کے مسلم تھے جو زیادہ مدت تک نبوی تربیت سے فیضیاب نہیں ہوئے تھے اوران میں سے اکثر مال غنیمت کے طلب میں نکلے تھے؟

ہر گز نہیں، بلکہ جو لوگ آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے، ان کی اکثریت ان پاک باز مومنوں کی تھی جنہیں آپ ﷺ کے ہاتھوں تربیت پانے کا اچھا خاصا وقت وموقعہ ملا تھا۔

پس اگر ان کی (اچھی) تربیت نہ ہوئی ہوتی تو کیا وہ لوگ ثابت قدم رہ پاتے؟

آٹھواں: طریق اور راستہ پر اعتماد:

بلا شبہ اس راستہ کا جسے مسلمان اختیار کرتا ہے اس پر جتنا اعتماد اور بھروسہ ہو گا اسی قدر اس پر استقامت اور ثابت قدمی زیادہ ہو گی۔ اور اس کے کچھ وسائل ہیں:

اے میرے بھائی! اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لو کہ بلا شبہ وہ سیدھا راستہ جس پر تم لوگ گامزن ہو، وہ نیا نہیں ہے، اور نہ ہی یہ تمہارے زمانہ کا پیداوار ہے

بلکہ یہ بہت پرانا راستہ ہے (عتیق یہاں صفت مدح ہے) جس پر آپ سے پہلے انبیاء، سچے لوگ، علماء، شہداء اور نیک و صالح لوگ چل چکے ہیں، چنانچہ اس سے تمہاری اجنبیت زائل ہو جائے گی، اور تمہاری وحشت انس و مودت میں اور تمہاری تکلیف اور پریشانی فرح و سرور میں بدل جائے گی، کیونکہ آپ اس بات کا

احساس و شعور رکھتے ہو کہ یہ تمام لوگ آپ کے منہج اور طریق کے بھائی ہیں۔

انتخاب وچنے جانے کا احساس رکھنا:

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

" تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔"[سورہ نمل:۵۹]

اور فرمایا:

" پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔" [سورہ فاطر:۳۲]

اور فرمایا:

"اور اسی طرح تجھے تیرا پروردگار برگزیدہ کرے گا اور تجھے معاملہ فہمی (یا خوابوں کی تعبیر) بھی سکھائے گا"[سورہ یوسف:6]

اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو منتخب کیا ہے تو صالحین اور نیک کاروں کے لئے اس انتخاب میں ایک حصہ ہے، اور وہ انبیاء کے علوم کا انہیں وارث بنانا ہے۔

آپ کا احساس و شعور کیا ہو گا، اگر اللہ تعالیٰ آپ کو جمادات، چوپایہ، یا ملحد کافر، یا بدعت کا پرچارک یا فاسق و فاجر، یا ایسا مسلمان جو اسلام کی جانب دعوت نہ دے، یا ایسا داعی جو غلطیوں سے پُر راستے کی طرف لوگوں کو بلائے؟

کیا تمہیں اس بات کا شعور اور احساس نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لیے منتخب کیا ہے، اور تم کو اہل سنت والجماعت کا داعی بنایا ہے، تو کیا یہ تمہارے منہج اور طریقہ پر استقامت اور ثابت قدمی کے وسائل میں سے نہیں ہے؟

نواں: اللہ عزوجل کی دعوت کی مشق اور ٹریننگ

دل اگر حرکت نہ کرے تو سڑ جاتا ہے، اور اگر حرکت نہ کرے تو اس میں پھپھوند لگ جاتا ہے، اور دل کو سب سے زیادہ حرکت اور مشغول یا سرگرم رکھنے کی جگہ دعوت الی اللہ ہے، اور یہ انبیاء اور رسولوں کا وظیفہ اور کام ہے، اور دل کو عذاب سے نجات اور چھٹکارا دلانے کا وظیفہ اور کام ہے، جس میں طاقتیں اور قوتیں پھوٹ پڑتی ہیں، اور مشن اور مہم کامیاب ہو جاتے ہیں: ”پس آپ لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیں اور جو کچھ آپ سے کہا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جائیں۔“

اور کسی چیز کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ”فلاں شخص نہ آگے بڑھتا ہے اور نہ ہی پیچھے ہٹتا ہے اس لیے کہ اگر دل کو اطاعت اور فرمانبرداری کے کام میں مشغول نہ کیا جائے، تو وہ آپ کو معصیت کا مرتکب بنادے گا۔“

اور ایمان میں کمی اور اضافہ ہوتے رہتا ہے

صحیح منہج اور طریقہ کی جانب دعوت دینے کے لیے وقت لگانا، فکری کاوش کرنا، جسم کا سعی و محنت کرنا، زبان کا استعمال کرنا، اس طور پر کہ دعوت الی اللہ مسلمان کا مقصد بن جائے، اور اس کا پسندیدہ مشغلہ بن جائے۔ تو یہ شیطانی گمراہی اور فتنے کی تمام کوششوں کے راستے کو کانٹ دیتا ہے۔

مزید برآں کہ داعی کے دل میں اہل باطل، معاندین، اور بندشوں اور رکاوٹوں کے تیئں چیلنج اور مدافعت کا ایک داعیہ پیدا ہو جاتا ہے، وہ اپنے دعوتی سفر طے کرتا ہے اور اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور اس کے ارکان مضبوط ہوتے ہیں۔

چنانچہ دعوت الیٰ اللہ عظیم ثواب کے ساتھ استقامت اور ثابت قدمی کے وسائل میں سے ایک اہم وسیلہ ہے، اور ارتداد اور پیٹھ

پھیر کر الٹے پاؤں واپس ہونے سے محفوظ رکھتا ہے، کیونکہ جو لوگ حملہ کرتے ہیں ان کو دفاع کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

اللہ داعیوں کے ساتھ ہے ان کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے، اور ان کی درستگی فرماتا ہے، اور ایک داعی اس ڈاکٹر کے مانند ہے، جو اپنے تجربہ اور علم کے مطابق مرض سے جنگ کرتا ہے، اور اس کا دوسروں کی طرف سے (اس مرض سے) مقابلہ کرنا دوسروں کی بہ نسبت بعید تر ہے کہ وہ اس میں مبتلا ہو۔

دسواں: ثابت شدہ عناصر کو اپنانا:

یہ وہ عناصر ہیں جن کی صفات کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے ہم کو خبر دیا ہے کہ:

”لوگوں میں کچھ لوگ خیر کی چابھی ہوتے ہیں، اور کچھ لوگ شر کے تالے“

یہ حدیث حسن ہے، اس کی روایت ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا(۲۳۷) کی ہے، اور ابن ابی عاصم نے کتاب السنہ (127/ا)میں روایت کیا ہے اور سلسلہ صحیحہ میں (۱۳۳۲) نمبر کے تحت مذکور ہے۔

علماء، صالحین اور مومن داعیوں کو تلاش کرنااور ان کے ارد گرد جمع ہونا(یعنی ان کی صحبت وہمنشینی اختیار کرنا)ثبات قدمی کے لیے کافی معاون ہے۔

اور اسلامی تاریخ میں کچھ ایسے فتنے رونما ہوئے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے کچھ (مضبوط اور مرد آہن) لوگوں کے ذریعہ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھا۔

اور اسی سے متعلق علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

”ارتداد والے دن اللہ رب العزت نے صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس دین کو عزت بخشا، اور فتنہ والے دن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ذریعہ اس دین کو سربلندی عطا کی۔“

اورابن قیم رحمہ اللہ کے اس قول پر غور کیجئے جسے انہوں نے اپنے استاد شیخ الاسلام کا ثابت قدمی کے بارے میں موقف کو ذکر کیاہے:

”جب ہم پر خوف و دہشت سخت ہو جاتا، اور ہمارے متعلق بد گمانیاں بڑھ جاتیں، اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ہم پر تنگ ہو جاتی، تو ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے، اور جب ہم آپ کو دیکھتے اورآپ کی بات کو سنتے تو ہمارے غم دور ہو جاتے، اور ہم کو راحت وآرام، انشراح صدر اور قوت ویقین حاصل ہو تا، لہذا کیا ہی پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو اپنے ملاقات سے پہلے ہی جنت کا مشاہدہ کرادیا اور دنیا میں ہی ان کے لیے اس

کے دروازوں کو کھول دیا،اوراس کی خوشبو،تازگی اور باد نسیم سے سرفراز کیا،جس کی طلب وحصول کے لیے کافی محنت ومشقت اور مقابلہ کرناپڑتاہے۔(الوابل الصیب ص۹۷)

یہاں اسلامی اخوت، ثبات قدمی کی بنیادی مصدر بن کر ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ آپ کے نیکوکاربھائی،راہبران اور مربیان آپ کے راستہ کے مددگار ومعاون ہیں، اور مضبوط ستون ہیں جن کی طرف تم پناہ لیتے ہو، چنانچہ جو کچھ ان کے پاس اللہ کی نشانیاں اور حکمت ہیں اس کے ذریعہ وہ آپ کو ثابت قدم رکھتے ہیں،لہذا آپ ان کی صحبت کولازم پکڑیئے،اور ان کے زیر سایہ زندگی بسر کرو، اور علاحدگی وتنہائی سے بچو، ورنہ شیاطین آپ کو اچک لے جائیں گے، کیونکہ بھیڑیا اسی بکری پر حملہ بولتا ہے جو(ریوڑسے)الگ تھلگ اور دور ہوتی ہے۔

گیارہواں: اللہ کی نصرت پر بھروسہ رکھنا اور یہ کہ مستقبل اسلام کا ہے

استقامت اور ثابت قدمی کی ضرورت اس وقت اور ہو جاتی ہے جب مدد اور نصرت میں تاخیر ہوتی ہے، تاکہ ثابت قدمی کے تحقق کے بعد قدم تزلزل کا شکار نہ ہوں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر، بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری نہ سست رہے اور نہ دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے۔وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔"[سورہ آل عمران:146-148]

اور جب اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے عذاب یافتہ اصحاب کو ثابت قدم رکھنے کا ارادہ کیا، تو انہیں بتلایا کہ عذاب اورآزمائشوں کے اوقات میں مستقبل اسلام کا ہے، توانہوں نے کیا کہا؟

صحیح بخاری میں خباب رضی اللہ عنہ سے مرفوعا آیا ہے:

"اللہ اس دین کو پورا کر کے رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور سوائے اللہ کے یا اپنی بکریوں کے سلسلہ میں بھیڑئے کے کسی اور سے نہیں ڈرے گا۔"

اس حدیث کی روایت امام بخاری نے کی ہے، دیکھیے:(فتح الباری165/ 7)

چنانچہ نئی نسل کو اس بات کی بشارت دینا کہ مستقبل اسلام کا ہے ان کی ثابت قدمی پر تربیت دینے کے لیے (بہت) اہم ہے۔

بارہواں: باطل کی حقیقت کی معرفت رکھنا اور اس سے دھوکہ نہ کھانا:

اللہ عزوجل کے قول میں: "تجھے کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا فریب میں نہ ڈال دے۔" (سورۂ آل عمران:196)

مومنوں سے تکلیف و غم کو دور کرنا ہے اوران کو ثابت قدمی عطا کرنا ہے اور اللہ عزوجل کے فرمان میں:

"اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے" [سورہ رعد:17]

عقلمندوں کے لیے عبرت ہے کہ انہیں باطل سے نہیں ڈرنا چاہیے، اور نہ ہی ان کے آگے جھکنا چاہیے۔

قرآن کریم کے ذریعہ اہل باطل کو رسوا کیا گیا ہے، اور ان کے اہداف اور وسائل کو عاری و ننگا کیا گیا ہے۔

”اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جائے۔“[الأنعام:55]

تاکہ مسلمان اچانک نہ پکڑ لیے جائیں، اور تاکہ وہ جان سکیں کہ اسلام پر کہاں سے حملہ کیا جارہا ہے

اور ہم نے کتنی تحریکوں کو گرتے اور داعیوں کے قدم کو بھٹکتے دیکھا ہے جو اپنے دشمنوں سے ناواقف ہونے کے سبب ثبات قدمی کو کھو بیٹھے جب وہ ایسی جگہ سے آئے جہاں ان کا گمان نہیں تھا۔

تیرہواں: ثبات قدمی پر معاون اخلاق کے زیور سے آراستہ ہونا (جمع کنا):

ان میں سر فہرست صبر ہے، چنانچہ صحیحین میں ہے:

”صبر سے بہتر و کشادہ عطیہ کسی کو نہیں ملا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الزکاۃ کے باب الا ستعفاف عن المسالۃ میں جگہ دی ہے ،اور امام مسلم نے کتاب الزکاۃ کے باب فضل التعفف والصبر میں۔

سب سے بڑھ کر صبر صدمہ اولیٰ (پہلی تکلیف پہنچنے) کے وقت ہے،اور جب انسان کو ایسی چیز لاحق ہوتی ہے جس کی وہ توقع نہ رکھتا ہو،تواسے دھچکا لگتا اور پسپائی کا شکار ہو جاتا ہے،اور اگر وہ صبر وشکیبائی اور شکر کا مظاہرہ نہیں کرتا ہے تو وہ استقامت اور ثابت قدمی کو کھو بیٹھتا ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کے قول میں غور فرمائیں:

میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس کی عمر تقریبا اسی سال کی تھی،اوروہ جماعت کا محافظ وپابند تھا،چنانچہ اس کے بیٹی کے بچے کا انتقال ہو گیا،تو اس نے کہا: کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ (اللہ سے)دعا کرے، کیونکہ وہ اس کو قبول نہیں کرتا ہے،

پھر اس نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ معاند ہے، اس لیے ہمارے کسی بچے کو نہیں چھوڑا (الثبات عند الممات ابن جوزی، ص34)

اللہ تعالیٰ ان کے اس قول سے بہت اونچا اور بلند ہے۔

جب مسلمان جنگ احد میں مصیبت سے دوچار ہوئے، تو انہوں نے اس مصیبت کا توقع بھی نہیں کیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کا وعدہ کر رکھا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت وخونریزی کے ذریعہ بہت اہم سبق سکھایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”(کیا بات ہے) کہ جب تمہیں ایک ایسی تکلیف پہنچی کہ تم اس جیسی دو چند پہنچا چکے، تو یہ کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آگئی؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہے۔“

(سورۂ آل عمران: 165)

تو ان کے نفسوں کی طرف سے کیا حاصل ہوا

”۔۔۔جب تم نے پست ہمتی اختیار کی اور کام میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمہاری چاہت کی چیز تمہیں دکھا دی، تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا۔“]

چودھواں: نیک اور صالح آدمی کی وصیت

جب مسلمان کسی فتنہ یا مصیبت کا شکار ہوتا ہے، اوراس کا رب اس کو آزماتا ہے، تاکہ اس کی تمحیص کرے، اوراستقامت اور ثابت قدمی کے اسباب و وسائل میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کونیک اور صالح انسان عطا کرتا ہے جو وعظ و نصیحت اور ثابت قدمی کی جانب دعوت دیتا ہے، چنانچہ اس کی باتوں سے اللہ تعالیٰ اس کو فائدہ پہنچاتا ہے، اوراس کی لغزشوں کو درگزر کرتا ہے

اور یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے ذکر واذکار، اس سے ملاقات، اور اس کے جنت اور جہنم کے تذکرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔

میرے بھائی یہ امام احمد رحمہ اللہ کی سیرت سے متعلق مثالیں ہیں جو (خلق قرآن کے)فتنہ سے دوچار ہوئے تاکہ صاف ستھرے ہو کر نکلیں:

”چنانچہ ان کو زنجیروں سے جکڑ کر مامون کے پاس لایا گیا، اور اس نے اپنے پاس پہنچنے سے پہلے ان کو بہت سخت دھمکی دی تھی، یہاں تک کہ خادم نے امام احمد سے کہا:

”اے ابو عبد اللہ مجھے یہ بات بہت ناگوار لگی کی مامون نے تلوار کو ایسا سونت رکھا ہے کہ اس سے پہلے ایسا نہیں سونتا تھا، اور وہ اللہ کے رسول ﷺ سے اپنی قرابت کا قسم کھا رہا ہے کہ اگر انہوں نے خلقِ قرآن کا اقرار نہیں کیا تو میں ان کو اپنی اس تلوار سے قتل کر دوں گا“۔(البدایۃ والنہایۃ ۱/ ۳۳۲)۔

اس موقع کو اہل بصیرت میں سے عقلمند لوگ غنیمت سمجھتے ہیں اور اپنے اماموں کو ثبات قدمی کے کلمات کی نصیحت فرماتے ہیں:

چنانچہ علامہ ذہبی کی (السیر:11/238) میں ابو جعفر انباری سے مروی ہے کہ:

"جب امام احمد کو مامون کے پاس لایا گیا تو مجھے خبر دی گئی، چنانچہ میں نے دریائے فرات پار کیا،(اور جب میں نے ان کو دیکھا) تو وہ ایک صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان سے سلام کیا، توانہوں نے کہا: اے ابو جعفر آپ نے کافی زحمت اٹھائی۔ تو میں نے کہا کہ: اے فلاں، آج کے دن آپ ہمارے سر دار ہیں اور لوگ آپ کی اقتداء اور پیروی کرتے ہیں، اللہ کی قسم ! اگر آج آپ نے خلقِ قرآن کا اقرار کرلیا، تو پوری مخلوق اس کا اقرار کرلے گی، اور اگر آج آپ نے اقرار نہیں کیا، تو مخلوقات میں سے اکثر لوگ اس کا انکار کریں گے، مزید یہ کہ اگر اس

آدمی نے آپ کو قتل نہیں کیا،تب بھی آپ کو مرنا ہی ہے، کیونکہ موت برحق ہے،لہذا آپ اللہ سے ڈریں اور ہرگز (خلقِ قرآن) کا اقرار مت کریں۔ چنانچہ امام احمد رونے لگے اورآپ نے فرمایا:ماشاء اللہ۔ پھر آپ نے کہا:اے ابو جعفر!اس بات کو دھرایئے،چنانچہ میں اس کو دھرایا اور آپ یہی کہہ رہے تھے:ماشاء اللہ۔انتھی"

امام احمدؒ نے مامون کی جانب اپنے سفر نامہ کے سیاق میں بیان کیا ہے کہ:

" ہم نصف رات کے وقت ایک کشادہ زمین میں تھے، تو ایک آدمی ہمارے پاس آیااوراس نے دریافت کیا کہ:تم میں سے امام احمد بن حنبلؒ کوں ہیں، تو اس کو بتایا گیا: فلاں صاحب، تو اس نے اونٹ والے سے کہا: ذرا ٹھہرو، پھر اس نے کہا: اے فلاں! آپ پر کوئی حرج نہیں ہے کہ آپ کو یہاں پر قتل کر دیا جائے،

اورآپ جنت میں داخل ہو جائیں ، پھر اس آدمی نے کہا : استودعک اللہ ،اور چلتا بنا۔ یا چلا گیا۔ چنانچہ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا،تو مجھے بتایا گیا کہ: یہ عرب کا ایک آدمی ہے،جو کہ ربیعہ قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے،اور دیہات میں اون کا کام کرتا ہے،اسے جابر بن عامر کہتے ہیں اوراس کا ذکر خیر ہے"۔ سیر أعلام النبلاء 11 / 241.

اور البدایہ والنہایہ میں ہے کہ ایک اعرابی نے امام احمد سے کہا: "اے فلاں ! بیشک آپ لوگوں سے ملنے والے ہو، لہذا آپ لوگوں کے لئے نحوست کا سبب مت بنئے گا، اور آج کے دن آپ لوگوں کے سردار ہیں، خبردار ! آپ ان کے اس بات کا اقرار مت کیجیے گا جس چیز کا وہ آپ سے اقرار کروانا چاہتے ہیں، اگر آپ نے اقرار کرلیا ، تو جان لیجیے قیامت کے دن بقیہ سارے لوگوں کا بوجھ آپ کو ہی اٹھانا ہو گا، اگر آپ اللہ سے

محبت کرتے ہیں، تو آپ اپنے موقف پر صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیجیے، کیونکہ آپ کے اور جنت کے بیچ صرف قتل کا فاصلہ ہے"۔

امام احمد کہتے ہیں کہ:

" اور اس (اعرابی) کی بات نے میرے اس عزم وحوصلہ کو کافی تقویت پہنچائی، جسکی طرف وہ مجھے دعوت دے رہے تھے اور میں اس کو منع کر رہا تھا"

(البدایۃ والنہایۃ ۱/ ۳۳۲)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ امام احمد نے فرمایا:

" اس معاملہ میں اعرابی کی بات سے زیادہ اثرانداز مجھے کوئی بات نہ لگی جسے اس نے مجھ سے رحبہ طوق میں کی تھی، جو رقۃ اور بغداد کے درمیان دریائے فرات کے ساحل پر واقع ایک شہر ہے، اس نے کہا: اے احمدؒ! اگر آپ کو حق کے ساتھ قتل

کر دیا جائے تو آپ کو شہید کا درجہ حاصل ہو گا، اور اگر باحیات رہے تو عزت واحترام کی زندگی گزاریں گے، تو اس (بات) نے میرے دل کو مضبوط اور قوی بنا دیا"۔(سیر أعلام النبلاء 241/11)

امام احمدؒ، نوجوان محمد بن نوح کی صحبت کے بارے میں بتاتے ہیں جو آپ کے ساتھ فتنہ (خلق قرآن) میں ڈٹے تھے:

"میں نے کسی شخص کو۔اس کے نوعمری اور اس کے علمی قدر و منزلت کے باوجود، محمد بن نوح سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے دین کا پابند اور نگہباں نہیں پایا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کا خاتمہ خیر کے ساتھ ہوا ہو گا۔ انہوں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ: اے ابو عبد اللہ !اللہ، اللہ، آپ میرے جیسے نہیں ہیں، آپ قابل اقتدا شخصیت کے مالک ہیں، مخلوقات نے اپنی گردنوں کو آپ کے سامنے دراز کرر کھا ہے، آپ کے اعلیٰ (اخلاق اور

خصوصیات کیوجہ سے)، آپ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں، اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں، چنانچہ ان کا انتقال ہوا، اور میں نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اوران کو دفن کیا"۔(سیر أعلام النبلاء 11 / 242)

یہی نہیں بلکہ وہ قیدی جن کو امام احمدؒ اپنے قید کی حالت میں نماز پڑھاتے تھے، انہوں نے بھی استقامت اور ثابت قدم رہنے میں آپ کی مدد کی

ایک مرتبہ امام احمد نے قید میں فرمایا:

"مجھے نہ قید ہونے کی کوئی پرواہ ہے-یہ (قید خانہ اور میرا منزل ایک ہی طرح ہے)-اور نہ ہی تلوار کے ذریعہ قتل کیے جانے کا خوف ہے، البتہ مجھے کوڑے کے فتنہ کا ڈر ہے۔" چنانچہ اسے کچھ قیدیوں نے سنا تو کہا: اے ابو عبد اللہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، وہ تو صرف دو کوڑوں کی بات ہے، پھر اس کے بعد آپ کو

کچھ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ بقیہ کہاں پر لگ رہا ہے، چنانچہ اس سے آپ کے غم اور تکلیف دور ہو گئے۔ (سیر أعلام النبلاء 11/240)

لہذا اے میرے محترم بھائی! نیک اور صالح لوگوں سے وصیت وخیر خواہی طلب کرنے کی عادت ڈالو: اور جب تمہارے سامنے اسے بیان کیا جائے تو اس کو مضبوطی سے گانٹھ ڈال لو۔

۔ سفر شروع کرنے سے پہلے اس (وصیت) کو طلب کرو اگر کسی چیز میں واقع ہونے کا خدشہ ہو

۔ ابتلاء اور آزمائش کے دوران، یا کسی متوقع امتحان سے پہلے اسے طلب کرو

۔ اس کو اس وقت طلب کرو جب آپ کو کوئی منصب عطا کیا گیا ہو یا آپ کو کسی مال یا جائیداد کا وارث بنایا گیا ہو

اپنے نفس کو ثابت قدم رکھیئے اوراپنے علاوہ لوگوں کو بھی ثابت قدم رکھیں، اوراللہ تعالیٰ ہی مومنوں کاولی اور مدد گار ہے

پندرہواں: جنت کی نعمت اور جہنم کے عذاب کے بارے میں غوروفکر کرنااور موت کویاد کرنا

جنت فرحت وشادمانی کی جگہ،رنج و غم کا مداوی اورمومن سیاحوں کی جائے قیام ہے،اور نفس فطری طور پر قربانی، عمل (محنت ومشقت) اوراستقامت و ثابت قدمی کے لیے تیار نہیں ہوتی مگراس چیز کے عوض جو اس کے لئے مشکلات اور دشواریوں کو آسان بنا دے،اوراس کے لیے اس راستہ میں جو پریشانیاں اوررکاوٹیں حائل ہوتی ہیں ان سب کو ہموار اور برابر کر دے۔

پس جس شخص کواجر وثواب کاعلم ہوتاہے تواس کے لیے کام کی مشقت آسان ہوجاتی ہے، اوروہ یہ جانتا ہے کہ اگراس نے

استقامت اور ثابت قدمی نہیں اختیار کیا تو عنقریب وہ اس جنت کو کھو دے گا جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے، مزید اینکہ نفس اس چیز کی حاجت مند ہے جو اسے زمینی مٹی سے اٹھا کر عالم بالا تک کھینچ کر پہنچادے۔

اور نبی ﷺ اپنے صحابہؓ کرام کو استقامت اور ثابت قدمی دلانے کے لیے جنت کے ذکر کا استعمال کرتے تھے

چنانچہ حسن صحیح حدیث میں ہے کہ" اللہ کے رسول ﷺ یاسر، عمار اور ام عمار کے پاس سے گزرے، درآں حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے خاطر سزا دی جارہی تھی، تو آپ نے ان سے فرمایا: "اے آل یاسر! صبر کرو، کیونکہ تمہاراوعدہ کی جگہجنت ہے"

اسے حاکم نے روایت کیا ہے(۳/۳۸۳)

اور یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس کی تخریج کے لیے دیکھیں: علامہ البانی کی تحقیق کردہ فقہ السیرہ ص ۱۰۳۔

اسی طرح آپ ﷺ انصار کو کہتے تھے:

''میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لیے صبر سے کام لینا، یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر آملو۔''متفق علیہ

اور اسی طرح جو قبر، حشر، حساب، میزان، پل صراط اور آخرت کے بقیہ سارے منازل میں فریقین کی حالت کے بارے میں غور و فکر کرے گا۔

اور اسی طرح موت کو یاد کرنے سے مسلمان ہلاکت سے محفوظ رہتا ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرنے سے روکتی ہے، لہذا وہ اس سے آگے نہیں بڑھتا ہے، کیونکہ جب اس کو اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ موت اس کے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے، اور اس کا وقت چند سکنڈوں کے بعد ہے، تو اس کا نفس کیسے اس کو اس بات پر آمادہ کر سکتا ہے کہ وہ (صراط مستقیم) سے ہٹ جائے، یا انحراف میں تجاوز کرے

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا:

" تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کرو"۔اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے(۲/۵۰)، اور((ارواء الغلیل:3/145))میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے

استقامت اور ثابت قدمی کی جگہیں

استقامت وثابت قدمی کی بہت جگہیں ہیں جو تفصیل طلب ہیں، لیکن ہم یہاں بطور اختصار ان میں سے چند کا تذکرہ کر رہے ہیں:

پہلا:فتنوں کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا

وہ الٹ پھیر اور تبدیلیاں جو دلوں کو لاحق ہوتی ہیں اس کا سبب فتنے ہیں،اور جب دل خوشیوں اور تکلیفوں کے فتنوں سے دوچار ہوتے ہیں ، تو صرف اہل بصیرت جن کے قلوب ایمان سے معمور ہوتے ہیں وہی ثابت قدم رہ پاتے ہیں۔

فتنوں کے انواع واقسام

مال کا فتنہ:

”ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور پکی طرح نیکو کاروں میں ہو جائیں گے۔
لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا۔“

[سورہ توبۃ:75،76]

جاہ وحشمت کا فتنہ:

”اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں (رضامندی چاہتے ہیں)، خبردار! تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا۔ دیکھ

اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔"[سورہ الکہف:28]

مذکورہ بالا دونوں فتنوں کی خطرناکی کے بارے میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

"مال و شرف کے تئیں انسان کی حرص و طمع سے اس کے دین کی تباہی ان دو بھوکے بھیڑیوں سے کہیں زیادہ ہے جن کو کسی بکری کی ریوڑ میں بھیج دیا گیا ہو"۔

امام احمد نے اس کی روایت مسند (3/460) میں کی ہے، اور یہ صحیح الجامع (5496) میں بھی ہے

اس کا مفہوم یہ ہے کہ مال و شرف کے تئیں انسان کی حرص و طمع اس کے دین کو ان دو بھوکے بھیڑیوں سے زیادہ برباد کرنے والی ہے جو کسی بکری کے ریوڑ میں بھیجے گئے ہوں۔

بیوی کا فتنہ:

"اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں پس ان سے ہوشیار رہنا۔"[سورہ تغابن:14]

اولاد کا فتنہ:

"اولاد بزدلی، بخل اور رنج و غم کا سبب ہوتی ہے"

اسے ابو یعلیٰ نے (۲/۳۰۵) میں روایت کیا ہے اور اس کے کچھ شواہد ہیں، اور یہ صحیح الجامع (۷۰۳۷) میں بھی ہے

ظلم و زیادتی اور سرکشی کا فتنہ: اور اس کی بہترین مثال اللہ عزوجل کے اس فرمان میں ہے:

"(کہ) خندقوں والے ہلاک کیے گئے"

وہ ایک آگ تھی ایندھن والی، جب کہ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے تھے

۔اور مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔

یہ لوگ ان مسلمانوں (کے کسی اور گناہ کا) بدلہ نہیں لے رہے تھے، سوائے اس کے کہ وہ اللہ غالب لائق حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے۔

جس کے لئے آسمان وزمین کا ملک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے ہر چیز" [سورہ بروج:4-9]

اور امام بخاریؒ نے خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا حال زار بیان کیا۔ نبی کریم ﷺ اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے۔۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تم سے پہلی امتوں کے لوگ (جو ایمان لائے) ان کا تو یہ حال ہوا کہ ان میں سے کسی کو پکڑ لیا جاتا اور اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اس میں اسے ڈال دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کے کنگھے اس کے گوشت اور ہڈیوں میں دھنسا دیے جاتے؛ لیکن یہ آزمائشیں بھی اسے اپنے دین سے ہٹا نہیں سکتی تھیں۔

اس حدیث کی روایت امام بخاری نے کی ہے، دیکھیے:(فتح الباری 12/315)

دجال کا فتنہ:

یہ زندگی کا سب سے بڑا فتنہ ہے

" اے لوگو! جب سے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے دجال کے فتنے سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی فتنہ نہیں ہے، اے اللہ کے بندو! اے لوگو!:"تم ثابت قدم

رہو، بے شک میں تمہیں اس کا ایسا وصف بیان کروں گا کہ اس جیسا وصف مجھ سے پہلے کسی اور نبی نے نہ بیان کیا ہو گا..."۔

اسے ابن ماجہ نے (۱۳۵۹/۲) میں روایت کیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع رقم:(۷۷۵۲)

فتنوں کے سامنے دلوں کی ثبات قدمی وعدم ثبات کے مراحل کے متعلق نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ:

"فتنے دلوں پر ایک کے بعد ایک ایسے آئیں گے جیسے چٹائی کی تیلیاں ایک کے بعد ایک ہوتی ہیں۔ پھر جس دل میں فتنہ رچ جائے گا، اس میں ایک کالا داغ پیدا ہو گا اور جو دل اس کو نہ مانے گا تو اس میں ایک سفید نورانی دھبہ ہو گا، یہاں تک کہ اسی طرح کالے اور سفید دھبے ہوتے ہوتے دو قسم کے دل ہو جائیں گے۔ ایک تو خالص سفید دل چکنے پتھر کی طرح کہ آسمان وزمین کے قائم رہنے تک اسے کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچائے گا۔ دوسرے کالا

سفیدی مائل یا الٹے کوزے کی طرح جو نہ کسی اچھی بات کو اچھی سمجھے گا نہ بری بات کو بری، مگر وہی جو اس کے دل میں بیٹھ جائے

اس حدیث کی روایت امام احمد نے (5/386)، اور مسلم (۱۲۸/۱) نے کی ہے اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

اور عرضَ الحَصیر کا مطلب: دلوں میں فتنوں کی تاثیر اس چٹائی کی تاثیر کے مانند ہوتی ہے جو اس پر سونے والے کے پیٹھ پر نشان چھوڑ دیتی ہے۔

اور ''مُرْبَادًّا کا مفہوم: ''وہ خالص سفیدی جس پر سیاہ رنگ کی آمیزش ہو۔ اور مُجَخِّیًا کا مطلب: ''جو منقلب و منکوس یعنی اوندھا ہوا ہو''

دوسرا: جہاد میں استقامت اور ثابت قدمی

''اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو۔'' [سورہ انفال:45]

اور ہمارے دین میں کبیرہ (گناہ) میں سے میدانِ جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا (بھی) ہے، اور آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ جنگِ خندق میں اپنی پیٹھ پر مٹی اٹھاتے ہوئے مومنوں کے ساتھ یہ دھرا رہے تھے:

"اور جنگ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ"

(اسے بخاری نے کتاب الغزوات، باب: غزوۃ الخندق میں روایت کیا ہے، دیکھئے: الفتح 7/399)

تیسرا: منہج پر استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا

"مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔" [سورہ احزاب:۲۳]

ان کے اصول و مبادی ان کی جانوں سے بھی زیادہ قیمتی ہیں، اور ایسا اصرار ہے جو تنازل کو نہیں جانتا

چوتھا: موت کے وقت ثبات قدمی

جہاں تک رہی بات کافر اور فاجر لوگوں کی، تو وہ لوگ مشکل اوقات میں استقامت اور ثابت قدمی سے محروم ہوتے ہیں، لہذا موت کے وقت وہ لوگ کلمۂ شہادت کے اقرار کی بھی استطاعت نہیں رکھتے

اور یہ برے خاتمہ کی سب سے واضح دلیل اور نشانی ہے، جیسا کہ ایک شخص سے اس کی موت کے وقت کہا گیا کہ:۔

لا الہ الا اللہ کہو تو وہ اپنا سر دائیں اور بائیں ہلا کر اس قول کا انکار کر دیتا ہے

اور دوسرا اپنے موت کے وقت کہتا ہے:

"یہ ٹکڑا اچھا ہے، اور اس کا خرید نا سستا ہے"۔

اور تیسرا شطرنج کے پارٹ کے ناموں کا ذکر کرتا ہے،

اور چوتھا الحان کے ساتھ سنگیت اور موسیقی کے الفاظ کو گنگناتا ہے یا معشوق کا ذکر کرتا ہے۔

یہ تمام چیزیں اس لئے ہیں کیونکہ اس طرح کے امور نے ان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر واذکار سے غافل کرر کھا ہے۔

اور ان میں سے بعض لوگوں کو سیاہ رو، بدبودار دیکھا گیا ہے یا ان کے جانوں کے نکلتے وقت انہیں قبلہ رخ سے ہٹا ہوا پایا گیا ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

جہاں تک رہی بات صالح اور سنت کے پیروں کاروں کی، تو اللہ تعالیٰ ان کو موت کے وقت ثابت قدمی کی توفیق دیتا ہے، چنانچہ وہ لوگ شہادتین کے اقرار کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔

اور ایسے لوگوں کے بارے میں دیکھا جاتا ہے کہ ان کی روح کے پرواز ہوتے وقت ان کے چہرے کھلے ہوتے ہیں، یاان سے پاکیزہ خوشبو پھوٹتی ہے اور ایک قسم کی بشارت ہوتی ہے۔

یہ ان لوگوں میں سے ایک شخص کی مثال ہے جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے موت کے وقت ثابت قدمی عطافرمائی، یہ ابو زرعہ رازی ہیں، جو اہل حدیث کے ایک مشہور امام ہیں، اور یہ ان کے قصہ کا بیان ہے:

ابو جعفر محمد بن علی وراق ابوزرعہ کہتے ہیں کہ:

''ہم لوگ ابو زرعہ کے پا س''بما شہران''میں حاضر ہوئے، جوریّ کے گاؤوں میں سے ایک گاؤں ہے، اور وہ جانکنی کی حالت میں تھے، ابو حاتم، ابن وارہ، منذر بن شاذان وغیرہ لوگ ان کے پاس موجود تھے

توان لوگوں نے تلقین والی حدیث کا تذکرہ کیا:

”تم اپنے بستر مرگ پر لیٹے شخص کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرو“

لیکن انہوں نے ابو زرعہ سے اس کی تلقین کرنے میں شرم محسوس کی، پھر انہوں نے کہا کہ: چلو ہم حدیث بیان کرتے ہیں

چنانچہ ابن وارہ نے کہا:

ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے عبد الحمید بن جعفر نے، ان سے صالح نے بیان کیا، پھر وہ ابن ابی کہنے لگے، لیکن وہ اس سے آگے نہ بڑھ سکے

چنانچہ ابو حاتم نے کہا:

ہم سے بندار نے بیان کیا، ان سے ابو عاصم نے، ان سے عبد الحمید بن جعفر نے ، پھر ان سے صالح نے ، اور آگے نہ بڑھ سکے، اور باقی لوگ خاموش رہے

چنانچہ ابو زرعہ نے اپنے جانکنی کی حالت میں رہنے کے باوجود اپنی دونوں آنکھوں کو کھول کر کہا:

ہم سے بندار نے بیان کیا، ان سے عاصم نے، ان سے عبد الحمید نے بیان کیا، ان سے صالح ابن ابو غریب نے، ان سے کثیر بن مرہ نے، انہوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گا، وہ جنت میں داخل ہو گا"

اور اسی کلمہ پر ان کی روح پرواز کر گئی، اللہ ان پر رحم کرے

(سیر اعلام النبلاء 13/ 76-85)

اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ

بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا
تم وعدہ دیئے گئے ہو۔" [سورہ فصّلت: ۳۰]

اے اللہ! ہمیں ان (نیک لوگوں) میں سے بنا،

اے اللہ! ہم تجھ سے تمام معاملات میں استقامت اور ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں، اور ہدایت پر مضبوطی سے جمے رہنے کا سوال کرتے ہیں، اور ہماری آخری دعا یہ ہے کہ ساری تعریفیں صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔